سیرت طیبہ ﷺ کا مطالعہ عہدِ جدید میں کس طرح ہماری رہنمائی کرتا ہے؟

۱۹۷۴ء میں پاکستان مسلم یوتھ کلب، کراچی کے زیرِ اہتمام درجِ بالا عنوان کے تحت ایک مذاکرہ منعقد ہوا تھا، اس میں پروفیسر سید محمد سلیمؒ نے سوالات کے جوابات دیئے تھے، ذیل میں مذاکرے میں کئے گئے سوالات اور ان کے جواب پیش کئے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

سوال ﴿۱﴾ سیرت طیبہ ﷺ کا مطالعہ عہدِ جدید میں کس طرح ہماری رہنمائی کرتا ہے؟

جواب: عہد جدید میں تہذیب و تمدن کی خیرہ کن چمک دمک دیکھ کر عام آدمی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ہے کہ آج کا انسان کوئی نئی مخلوق بن گیا ہے۔ اس لئے آج پرانی باتیں چنداں مفید نہیں ہیں۔ مگر حقیقت بین لوگ جانتے ہیں کہ یہ مغالطہ ہے اور سراب ہے۔ آج کا انسان بھی وہی قدیم انسان ہے۔ بلاشبہ اس نے خارجی دنیا میں عظیم الشان فتوحات حاصل کی ہیں۔ تہذیب و تمدن میں حیرت انگیز ترقیاں کی ہیں۔ لیکن انسان کی داخلی زندگی آج بھی وہی ہے جو ہزاروں سال پیشتر تھی۔ نفرت و عداوت، بغض و حسد، وحشت و بربریت یا محبت و اخوت، ایثار و قربانی، صدق و خلوص کسی چیز میں بھی کمی نہیں آئی ہے۔ ہر لحاظ سے یہ وہی قدیم انسان ہے۔ آدم کے بیٹے پہلے مکوں یا پتھروں سے لڑے ہوں گے، پھر تیر و تلوار سے لڑنے لگے، پھر توپ و تفنگ کا زمانہ آیا، آج میزائل اور ایٹم بم کا دور ہے۔ لڑنے کے ہتھیار ضرور تبدیل ہوتے رہے لیکن جذبۂ جنگ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آج کا

انسان پہلے سے شدید ترین خونریزی کے ساتھ جنگ لڑتا ہے۔

نہ تم بدلے، نہ دل بدلا، نہ دل کی آرزو بدلی
میں کیسے اعتبار انقلاب آسماں کرلوں

انسانیت کے بنیادی مسائل آج بھی وہی ہیں جو کل تھے۔ ان میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔

خدا بھی ایک، رسول بھی ایک، کائنات بھی ایک
حدیث بے خبراں ہے قصہ قدیم و جدید
(اقبال)

انسان کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اس کو دنیا میں امن و امان میسر ہو۔ سکون و طمانیت حاصل ہو، وہ معاشرہ جس کا وہ رکن ہے وہ اس کا غمگسار اور ہمدرد ہو۔ عدل و انصاف ہو، حریت و مساوات ہو، فرد اور معاشرے میں باہم ہم آہنگی ہو۔ ایسے معاشرے میں وہ خلیفۃ اللہ فی الارض بن کر رہے۔ مقصدِ حیات گم کر دینے کے بعد انسان کوئی ایسا معاشرہ نہیں تخلیق کر سکا جس میں مذکورہ بالا اقدارِ حیات کا حصول ممکن ہو۔ جس درجہ میں مقصدِ حیات کا شعور کسی معاشرے کے افراد کے ذہن میں اجاگر ہوگا۔ اسی قدر وہ معاشرہ ان اقدارِ عالیہ سے متمتع ہوتا رہے گا۔ مقصدِ حیات اور اقدارِ عالیہ کا سبق بھٹکی ہوئی انسانیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام میں مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۚ (۱)

دین (زندگی گزارنے کا طریقہ) اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

معاشرے میں ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ہزار گونہ مختلف تعلقات میں مربوط ہوتا ہے۔ جن سے مفر ممکن نہیں ہے۔ بلکہ ان کو نبھانا ہے۔ خود انسان کے جذبات و احساسات، احتیاجات و خواہشات میں بھی بڑا تنوع ہے۔ جگہ جگہ اغراض و مفادات اور خودی کا تصادم ہوتا رہتا ہے۔ باہم ترجیح رہنا اعتدال پر رکھنا حد درجہ نازک اور دشوار کام ہے۔ کوئی نظری فلسفہ یا سائنس ان مسائل کو حل نہیں کر سکتی ہے۔ یہ باہمی برتاؤ کا مسئلہ ہے۔ اور عملی طریقے سے ہی حل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے عملی نمونہ چاہئے، عالم انسانیت میں ایک ہی کامل نمونہ ہے۔ وہ ہے ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ (۲)

آپ ﷺ اخلاق کے عظیم درجے پر فائز ہیں۔

دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۔ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ تمہارے لئے بہترین نمونہ زندگی ہے۔

اب جہاں کہیں بھی انسانی آبادی پائی جاتی ہے۔ اور انسانی معاشرہ موجود ہے۔ وہاں اقدار عالیہ کے حصول کے لئے اور باہمی رفاقت کی زندگی بسر کرنے کے لئے دین محمد ﷺ کی پیروی اور سیرت الرسول ﷺ کی اتباع ناگزیر ہے۔ آپ کی رہنمائی تمام عالم کے لئے ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ (۴)

اے رسول ﷺ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

سوال نمبر ﴿۲﴾ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی تاریخ میں جو عظیم انقلاب برپا کیا ہے۔ وہ انقلاب فرانس، روس، اور چین کے مقابلے میں کن بنیادوں پر مفید تر کہا جاسکتا ہے؟

جواب: انقلاب فرانس شاہی طرز حکومت کی ستمرانیوں کے خلاف رد عمل تھا۔ اس نے بادشاہ پرستی کا خاتمہ کر دیا، انقلاب روس سرمایہ پرستی، کلیسا کی اجارہ داری اور زار شاہی کے مظالم کے خلاف رد عمل تھا۔ اس نے

لا کلیسا، لا سلاطین لا الہ

کا نعرہ بلند کیا انقلاب چین بنیادی طور پر انقلاب روس کا ہی چربہ ہے۔ جزئیات میں فرق ہے۔ روس اور چین کی آپس کی ناچاقی بالکل اس طرح ہے جس طرح کلیسا کے مختلف فرقوں میں اختلافات برپا ہیں۔

نازی انقلاب جرمنی کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے جو وحدت نسل کے اصول پر برپا ہوا تھا۔ اگرچہ ہٹلر کو جرمنی میں شکست ہوگئی اور وہاں یہ انقلاب ناکام ہوگیا۔ مگر دنیا میں ابھی تک اس نظریہ کے ماننے والے موجود ہیں اس لئے اس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔

قطع نظر اس بات سے کہ ان انقلابات سے مزعومہ نتائج برآمد ہوئے یا نہیں۔ قطع نظر اس بات سے کہ فی الواقع جمہوریت ہر حال میں افضل ہے۔ یا سرمایہ کاری ہر حال میں مذموم ہے۔ یا نسلی برتری کا تصور صحیح ہے؟ فی الحال ہم ان سوالات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور ان انقلابات کے

دعووں کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

۱۔ ہم کسی جزیرے میں ایسے معاشرے کا تصور کرتے ہیں جہاں انقلاب فرانس کے لائے ہوئے تمام مقاصد پوری طرح موجود ہیں۔ نہ وہاں بادشاہت ہے نہ طبقۂ اشراف۔ وہاں جمہوریت اور مساوات ہے۔ گویا روس اور ورلیئر کے نقطہ نظر سے وہ جزیرہ ان کی جنت موعودہ ہے۔ مگر میں پوچھنا چاہتا ہوں کیا وہاں خود غرضی اور نفس پرستی، رشک ورقابت کے جذبات ختم ہو جائیں گے؟ کیا وہاں طاقتور کمزور پر ظلم کرنا بند کر دے گا؟ کیا عیار لوگ سادہ لوگوں کو بیوقوف نہیں بنائیں گے؟ کیا وہاں لوٹ کھسوٹ بند ہو جائے گی؟ کیا وہاں فتنہ و فساد کا دروازہ بند ہو جائے گا؟ کیا جنگ و جدل ختم ہو جائیں گے؟ جمہوریت اور مساوات کے آ جانے سے کیا انسان بدل جائے گا؟ اگر کوئی شخص ایسا سمجھتا ہے تو وہ انسانی فطرت سے نابلد ہے۔ اور محض کورا ہے۔

۲۔ ہم کسی دوسرے جزیرے میں ایسے معاشرے کا تصور کرتے ہیں جہاں اشتراکیت کی تمام اقدار روبعمل ہیں۔ نہ بادشاہ نہ ادارہ، نہ سرمایہ داری نہ مذہبی اجارہ داری، نہ بیرونی مداخلت، کامل مساوات ہے۔ معاشی وسائل میں سب برابر ہیں۔ ہر شخص کے پاس ایک ایکڑ زمین کاشت کے لئے موجود ہے۔ ایک گائے دودھ کے لئے مہیا ہے۔ ایک مکان رہائش کے لئے میسر ہے۔ ایک بیوی بھی ہے۔ غرض تمام ضروریات پوری ہیں۔ ان میں کامل مساوات ہے۔ گویا یہ مارکس اور اینجلز کی جنت موعودہ ہے۔ مگر میں سوال کرتا ہوں کیا وہاں طاقتور آدمی کمزور کی گائے پر قبضہ نہں کرے گا؟ کیا کوئی کاشتکار پڑوسی کی زمین پر قبضہ نہیں کرے گا؟ کیا کوئی شخص دوسرے کی بیوی کو اغوا نہیں کرے گا؟ بغض و حسد، رشک و رقابت، نفرت و عداوت کے تمام جذبات کیا وہاں سرد پڑ جائیں گے؟ کیا صرف معاشی وسائل کی مساوات سے انسان بدل جائے گا؟ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو وہ انسانی فطرت سے ناواقف ہے۔

۳۔ ہم کسی تیسرے جزیرے میں ایسے معاشرے کا تصور کرتے ہیں جہاں قوم پرستوں کے تمام مقاصد پورے کے پورے موجود ہیں، وہاں ایک ہی نسل اور ایک ہی خون کے لوگ آباد ہیں۔ ایک جیسا ان کا رنگ ہے ایک ہی زبان بولتے ہیں۔ کوئی غیر قوم یا غیر زبان بولنے والا وہاں موجود نہیں ہے۔ گویا یہ فکٹے اور ٹریشکے کی جنت موعودہ ہے۔ مگر میں سوال کرتا

ہوں بغض و کینہ، حسد و غرض کے جذبات کہاں چلے جائیں گے۔ لوٹ کھسوٹ، قتل و غارت گری کیسے ختم ہو جائے گی۔ اغوااور بدکاری کیوں ختم ہو جائے گی۔ فتنہ و فساد کیوں سر نہیں اٹھائیں گے؟ کیا وہاں انسان فرشتہ بن جائے گا؟ صرف اتنی سی بات سے کہ وہاں ایک ہی نسل کے لوگ آباد ہیں؟ اگر کوئی شخص ایسا سمجھتا ہے تو وہ جنت الحمقا میں بستا ہے۔

جو لوگ سوشلزم اور قوم پرستی کو انسانی مصائب کے درماں کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ وہ بیچارے اناڑی حکیموں کے اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو ہر مرض کا علاج لیپ اور ضماد سے کرتے ہیں، خواہ مرض مالیخولیا ہو یا خفقان، ان بیچاروں کو خبر ہی نہیں کہ انسان کے مسائل اصلی کیا کیا ہیں۔ واضح رہے کہ انسان کا اصلی مسئلہ اس کو انسان بنانا ہے۔ ایک شریف اور معقول انسان بنانا ہے۔ خارجی سے زیادہ یہ داخلی مسئلہ ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے افراد کی تربیت کی جائے۔ ان کے افکار کی تطہیر کی جائے۔ ان کے اعمال کو صالح بنایا جائے۔ پھر ان تربیت یافتہ افراد سے ایک صالح معاشرہ برپا کیا جائے۔ جس میں مقاصد عالیہ کا حصول ممکن ہو۔ مذکورہ بالا نظاموں میں افراد کی اخلاقی تربیت میں، اصلاح معاشرہ کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک قسم کا ظلم و جور ختم کر کے دوسری قسم کا ظلم و جور جو پہلے سے بدتر ہے رائج کر دیتے ہیں۔ افکار کی تطہیر کا بہترین لائحہ عمل اسلامی عقائد اور تعلیمات ہیں۔ اور اعمال کی تحسین اتباعِ رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اس لئے جس جگہ بھی صالح معاشرہ برپا ہو گا وہ دین اسلام کے مطابق اتباعِ رسول ﷺ میں قائم ہو گا۔ انقلاب فرانس، انقلاب روس، انقلاب چین اور نازی انقلاب انسان کے بنیادی مسائل کو حل نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ یہ طوفان بالا ہی بالا گزر جاتا ہے۔ یہ صرف اسلامی انقلاب ہے جو انسان کے بنیادی مسائل کو حل کرتا ہے۔ یہی انسانیت کے دکھوں کا مداوا ہے۔ اور رہتی دنیا تک بس وہی ایک مداوا رہے گا۔

❁❁❁❁

سوال ﴿۳﴾ حیاتِ طیبہ کے متعدد گوشے منظر عام پر آ جانے کے بعد آپ کی نگاہ میں کیا حیات طیبہ کا کوئی ایسا پہلو ہے جو ابھی تک پوشیدہ ہے۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک حسین مرقع ہے۔ ہر دور کے اہل نظر زمانے کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر اس مرقع کی جلوہ نمائی کرتے رہے ہیں۔ اقدار زمانہ سے ذوق اور نقطۂ نظر میں فرق آتا رہتا ہے۔ اس لئے ہر دور میں جلوہ نمائی کا نیا انداز اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اردو

زبان میں مندرجہ ذیل ترتیب سے سیرت رسول ﷺ پر کام ہوا ہے۔

۱۔ خصائص النبوۃ، ہشت بہشت، نظم، میر باقر آگاہ دہلووری، ۱۸۰۲ کے بعد انتقال ہوا۔

۲۔ معجزات نبی، الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین، یہ مولانا عنایت احمد کاکوروی کی کتاب ہے جس میں ۲۵۲ معجزات کا تذکرہ ہے۔ طبع نظامی پریس ۳۰۷،

۳۔ سوانح حیات، سیرت النبی، از علامہ شبلی، تواریخ حبیب اللہ، از مولانا عنایت اللہ اینڈمان، اصح السیر از مولانا عبدالروف داناپوری وغیرہ۔

۴۔ سیاسی زندگی، از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، پیرس۔

۵۔ امامت مدینہ کا نظم ونسق، الوثائق السیاسیہ (مکاتیب النبی)، از ڈاکٹر حمید اللہ پیرس۔

۶۔ عسکری زندگی، حدیثِ دفاع، از میجر جنرل محمد اکبر خاں،

۷۔ دعوتی زندگی، حیات طیبہ، از مولانا عبدالحیٔ رام پوری،

۸۔ محسنِ انسانیت، مولانا نعیم صدیقی

اب تک یہ چند پہلو نمایاں کئے جاسکے ہیں۔ ابھی بھی کتنے ہی پہلو ایسے ہیں جنہیں اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً

۱۔ معاشرتی زندگی

۲۔ ازدواجی اور خانگی زندگی

۳۔ عبادتی زندگی

۴۔ معلّمی کی زندگی

۵۔ رحمۃ للعالمین، اصلاحِ افکارِ عالم و اصلاح معاشرتِ عالم وغیرہ۔

۶۔ مآخذ سیرت!

۷۔ جغرافیہ عرب، (پس منظر)

۸۔ شارع اور قانون ساز،

۹۔ اخلاق،

۱۰۔ برکاتِ اسلام،

سوال﴿۴﴾ حضور اکرم ﷺ نے عرب کی سرزمین میں جو انقلاب برپا کیا تھا وہ آج بھی دنیا کے تمام معاشروں اور تہذیبوں کے لئے یکساں مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

جواب: دنیا میں ہزاروں معاشرے قائم ہیں، لیکن ان سب میں ایک ہی انسان ہے۔ تہذیبوں کی نیرنگی بھی جداگانہ ہے، لیکن وہاں بھی انسان ایک ہی ہے۔ آج کا عام انسان اتنا ظاہر بیں ہو گیا ہے کہ مظاہرات کے اختلافات کو دیکھ کر وہ سمجھ بیٹھا ہے کہ سرے سے انسان ہی بدل گیا ہے۔ حالانکہ یہ اس کی خام خیالی ہے۔ اصلی انسان ہمیشہ ایک رہتا ہے۔ مظاہرات بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے جو تعلیم اصلی انسان کی تطہیر افکار اور تعمیر معاشرہ سے متعلق ہے، اور جو اقدار عالیہ کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔ وہ ہر دور میں اور ہر معاشرے میں یکساں رہتی ہے۔ اسلامی تعلیمات اور نمونہ سنّت ہر دور کے انسان کے لئے ایک نعمت ہے۔

❀❀❀❀

سوال﴿۵﴾ رسول خدا ﷺ نے ملت کا تصور جن اجزائے ترکیبی سے تیار کیا ہے۔ کیا وہ تصور پاکستانی تصور قومیت سے متصادم ہے؟

جواب: جاہلیت قدیم اور جدیدہ نے انسانی قومیت کا جو تصور دیا ہے وہ نسل، زبان، اور وطن وغیرہ کے اجزا سے مرکب ہے۔ ذرا سے غور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس تصور میں خود غرضی اور خود پرستی کی جبلت کار فرما ہے۔ خود غرضی اور خود پرستی کا خاصہ یہ ہے کہ یہ اقوام اور افراد کے دلوں کو جوڑنے کے بجائے پھاڑتے ہیں۔ اتحاد کے بجائے افتراق، یک جہتی کی بجائے انتشار کی طرف مائل کرتے ہیں۔ جس معاشرے میں خود غرضی اور خود پرستی کو سب سے بڑا عامل قرار دیدیا جائے وہاں کوئی نظام بھی کامیابی سے نہیں چل سکتا ہے۔ کسی نظام حیات کو کامیابی سے چلنے کے لئے بے غرضی اور بے لوثی ورنہ کم از کم عدل وانصاف کے اصولوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ مگر یہ سب خود غرضی اور خود پرستی کی عین ضد ہے۔ اس لئے خالص قوم پرستی کی بنیاد پر اول تو کوئی معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اگر قائم ہو جائے تو دیرپا نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ ضرور انتشار اور افتراق کی نذر ہو جائے گا۔

جس زمانے میں دنیا بے حد وسیع و عریض تھی۔ ایک قوم دوسری سے جدا، ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے بے الگ تھلگ زندگی گزار رہا تھا۔ اس وقت تو اس کوتاہ نظری سے گزران ہو سکتی تھی۔ آج جبکہ دنیا کی طنابیں کھنچ گئی ہیں۔ کرۂ ارضی ایک ملک اور معمورۂ ارضی ایک کنبہ معلوم ہوتا

ہے۔ آج اس کوتاہ نظری سے گزران سخت دشوار ہے۔ آج کی دنیا کا تقاضا تو ان عوامل کو بروئے کار لانا ہے۔ جو قوموں کو جوڑنے والے ہوں مربوط کرنے والے ہوں۔

اسلام انسانوں کے مابین مادی رشتوں کو ایک حد تک تسلیم کرتا ہے۔ مگر ان کو اتنی چھوٹ نہیں دیتا کہ وہ نوع انسانی کے درمیان پھوٹ ڈالیں۔ اسلام کے نزدیک انسان، حیوان سے اشرف و اعلیٰ ہے۔ عالمگیر آفاقی اصولوں کی بنا پر ان کو متحد کیا جاسکتا ہے۔ وہ حکم توحید ہے جس کو مضبوط تھامنے کے بعد دنیا جہان کے مسلمان ہزارہا اختلافات کے باوجود ایک ملت میں مربوط ہو جاتے ہیں۔ اسلامی قومیت عقیدہ توحید پر قائم ہے۔ اس کے بعد ہر مسلمان کے حقوق برابر ہیں۔ کالے گورے کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

لا فضل لعربی علی عجمی و لا لعجمی علی عربی ۔ کلکم من آدم و آدم من تراب ۔ او کما قال ۔ (۵)

کسی عرب کو غیر عرب پر، یا غیر عرب کو عرب کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔
تم سب آدم کی اولاد ہو۔ اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔

مسلمانوں نے اپنی تاریخ میں کسی تفریق اور امتیاز کو گوارا نہیں کیا۔ ہر ملک کے اہل علم کی قدر کی۔ مراکش کا ابن بطوطہ، دہلی میں آکر قاضی القضاۃ (Chief Justice) بن گیا۔ شیخ محمد حیات سندھی نے حرم محترم مکہ معظمہ میں مسند تدریس سنبھال رکھی۔ صلاح الدین کردی نے مسلمانوں کی قیادت سنبھال کر بیت المقدس کو صلیبی عیسائیوں سے آزاد کرالیا۔ ابن تیمیہ کردی نے قرآن و سنت کی روشنی سے بدعات کے تمام خس و خاشاک کو صاف کر دیا۔ جس کی رہنمائی کو مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک علما نے قبول کر لیا۔

پاکستانی قومیت اسلام کی عالمگیر آفاقی قومیت ہے۔ چند سر پھرے لوگ جاہلی قومیت کا پودا پاک سرزمین میں اگانا چاہتے ہیں۔ مگر انشااللہ وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

❋❋❋❋

سوال ﴿۶﴾ کیا سنّت کے اتباع سے انسان ماضی کا غلام رہتا ہے۔ اور وہ عقلی بنیادوں پر آگے نہیں بڑھتا؟

جواب: یہ سوال جس ذہن سے نکلا ہے وہ انسان کا تصور ایک حیوان سے زیادہ نہیں رکھتا

ہے۔ حیوان اپنی زندگی ایک دائرہ میں گزارتا ہے۔ حیوان کا بچہ از سرِ نو وہ زندگی شروع کرتا ہے۔ جو باپ گزار چکا ہے، وہ کسی درجے میں بھی باپ کا رہینِ منت نہیں ہے۔ لیکن اس نے کوئی تہذیب و تمدن برپا نہیں کیا۔ اس کے یہاں کوئی ارتقا نہیں ہوا۔ انسان نے عظیم الشان تہذیبیں قائم کی ہیں۔ محیر العقول تمدن پیدا کئے ہیں۔ حیرت انگیز علوم ایجاد کئے ہیں۔ یہ سب کچھ اگلوں کی محنت کی قدر کرتے ہوئے ان پر اضافہ کرنے کی بدولت ممکن ہو سکا ہے۔ انسان ماضی سے بے نیاز ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ ماضی کے تجربات ہی تو اس کے لئے مشعلِ راہ بنتے ہیں۔ انسان نے جو بھی ترقی کی ہے وہ عقل و خرد کی رہنمائی تسلیم کرنے سے ہوئی ہے۔ کوئی خبطی چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ عقل و خرد کی رہنمائی قبول کرنا ماضی کے عظیم انسانوں کی غلامی قبول کرنا ہے۔ مگر کوئی بھی سلیم الذہن انسان ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتا ہے۔

نبی کی رہنمائی عقل و خرد کی رہنمائی سے افضل ہے۔ دنیا کے تمام حکما اور فلاسفہ ظن و تخمین سے گفتگو کرتے ہیں۔ ان کے افکار کی محسوسات پر بنیاد ہوتی ہے۔ جس میں بہر حال غلطی کا امکان نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پھر ان کی نگاہ بھی محدود ہے، قبر سے ورے ورے ہی وہ دیکھ سکتے ہیں۔ رسول ان کے عقائد میں عقل و خرد سے بالا وحی الٰہی سے مستفید ہوتا ہے۔ جو ان حکما کو میسر نہیں۔ یہ علم کا سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے۔ وہ بچشمِ عین ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کر چکا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایک دانا و بینا کی حیثیت سے ہدایت دیتا ہے۔ اب یہ بات تو بے عقلی کی ہوگی کہ جو ہستی دانا و بینا ہو اس کو چھوڑ کر ظن و تخمین والوں کی باتوں کو مان لیا جائے۔ وحی الٰہی کو چھوڑ کر قیاسات و اشباعات والوں کو قبول کر لیا جائے۔ اس لئے انسان کی فلاح و کامیابی سنت کے اتباع میں ہے۔ وہ عقل سے بھی اعلیٰ بنیاد ہے۔ جو لوگ سنت کے اتباع کو غلامی قرار دیتے ہیں ان کا تصور انسان حیوان سے قریب تر ہے۔

❁❁❁❁

سوال ﴿۷﴾ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی تجربات سائنسی نظریات اور تصورات سے ٹکراتے ہیں؟

جواب: انسانی زندگی کے چار ادوار ہیں، عالم جبلت و خواہشات، عالم رسوم و معاشرت، عالم اخلاق اور عالم عبدیت، دو ادوار کا تعلق انسان کی حیوانیت سے اور دو کا تعلق انسان کی ملکوتیت سے ہے۔ سائنس کی زد زیادہ سے زیادہ اولین دو ادوار تک پڑ سکتی ہے۔ لیکن آخری دو عالم تو اس کی

دسترس سے باہر ہیں۔ اس لئے رسول اکرم ﷺ کے روحانی تجربات کا سائنس سے متصادم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ سائنس کا تعلق مادی دنیا سے ہے۔ مادی دنیا کے تغیرات کی تفصیل وہ بیان کرسکتا ہے۔ لیکن ان کی غرض و غایات کے جاننے سے بھی وہ عاجز ہے۔ یہاں بھی رسول ﷺ کی تعلیمات ہی اس کی رہنمائی کرتی ہیں۔ سائنس کی تکمیل روحانی تعلیم میں ہے۔

درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغ رہگذر کو کیا خبر ہے

❀❀❀❀

سوال ﴿۸﴾ آج دنیا میں خصوصاً یورپ، افریقہ اور امریکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کس اسلوب سے پہنچایا جائے۔

جواب: انسان آنکھ کے راستے ایمان لاتا ہے، کان کے راستے ایمان نہیں لاتا ہے۔ تبلیغ دین کا سب سے اعلیٰ طریقہ تو وہ ہے جو خلافت راشدہ کے دور میں اختیار کیا گیا۔ عرب میں اسلامی معاشرہ قائم ہوگیا۔ اور لوگوں نے اپنی آنکھ سے اسلام کی برکتیں دیکھ لیں۔ ان کے دلوں نے اس کی برتری کو قبول کرلیا اور پھر اس کو اپنے اپنے ملکوں میں نافذ کردیا۔ دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر اسلام اسی طریقے پر نافذ ہوا ہے، سوشلزم آج روس اور چین میں قائم ہے۔ اس لئے دنیا کے ہر ملک میں اس کے بہی خواہ موجود ہیں، اس لئے اگر کسی اسلامی ملک میں اسلامی نظام نافذ ہو جائے، اس کی تابناکیوں کا جلوہ دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ لے، تو دنیا کے دوسرے ملکوں میں اس کا نافذ کرنا سہل ہو جائے گا۔

دوسرے نمبر پر صوفیا کرام کا طریقہ کار ہے۔ غیر مسلم علاقوں میں ایسے مسلمان مبلغ بھیجے جائیں جو خود پورے اسلام پر عمل پیرا ہوں، جو مخلص اور بے لوث ہوں۔ جن کی پاکیزہ زندگیاں دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ حسن عمل میں بھی مقناطیس سے کچھ کم کشش نہیں ہوتی ہے۔ آج کے زمانے میں افکار کی جنگ برپا ہے۔ اس لئے ایسے مبلغوں کو مغربی فلسفہ کا توڑ اور اسلامی احکام کی صداقت پر پختہ یقین ہونا چاہئے۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

❀❀❀❀

سوال ﴿۹﴾ مستشرقین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر خاصا کام کیا ہے۔ کیا آپ اس کام میں خلوص اور دیانت پاتے ہیں۔

جواب: قطع نظر اس کے کہ وہ متعصب ہے یا آزاد خیال ہر مغربی بچہ بچپن سے اسلام کے خلاف شدید قسم کا تعصب ہضم کر کے آگے بڑھتا ہے۔ جو اس کے دل و دماغ میں رچ بس جاتا ہے۔ وہ انصاف کی بات بھی بہت کم کرتے ہیں۔ ایک مومن مسلمان کی تو نگاہ ہی اور ہوتی ہے۔

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باونہ رسیدی تمام بولہبی است
(اقبال)

ان کا بہترین مصنف جو کچھ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایک اچھے انسان تھے۔ آپ کا نظام ساتویں صدی عیسوی میں ایک اچھا طریقہ کار تھا۔ وہ ہرگز یہ بات نہیں مان سکتا ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول انسانیت ہیں۔ آپ کا دین رہتی دنیا تک کے لئے بہترین نظام حیات ہے۔ وہ اس کو عالمگیر اور ابدی نظام ماننے کو ہرگز تیار نہیں ہے۔ یہاں ایک کافر اور ایک مومن کا نقطہ نظر بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

آدمی دیداست باقی پرست است
دید آں باشد کہ دید دوست است
(رومی)

❁❁❁❁

سوال ﴿۱۰﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے جو اقتصادی ڈھانچہ سامنے آتا ہے کیا وہ ہمیں موجودہ معاشی بحران سے نجات دلا سکتا ہے۔

جواب: اس کا جواب تو ضرور اثبات میں ہے۔ مگر اس کی تشریح کے لئے جداگانہ دفتر درکار ہے۔

❁❁❁❁

سوال ﴿۱۱﴾ دنیا کے انقلابی رہنماؤں نے نوجوانوں کو متاثر کر کے اپنا مشن پایہ تکمیل کو پہنچایا ہے۔ آپ کے خیال میں ہمارے نوجوانوں کو سیرت طیبہ کا مطالعہ کن خطوط پر کرنا چاہئے کہ ان میں عقل و عشق کا امتزاج پیدا ہو۔

جواب: آج کا نوجوان بے یقینی کا مریض ہے۔ اس کی نگاہ یرقان زدہ ہے۔ ہواؤ ہوس کے خارزاروں میں الجھا ہوا ہے۔ سب سے پہلے اس کے دل سے شکوک و شبہات کے کانٹے نکالئے، اس کی نگاہ کا انداز بدلئے۔ جن اعاظم رجال کا وہ پرستار بنا ہوا ہے۔ ان کی حقیقت سے باخبر کیجئے۔ اس کے بعد جمال محمدی ﷺ کی جلوہ نمائی کیجئے۔ پھر دیکھئے کہ کس طرح وہ اس چشمۂ آب حیات پر ٹوٹ کر گرتا ہے۔

جس نے دیکھا وہیں پھر کھڑا رہ گیا
کس غضب کی کشش ہے تری زلف میں

دنیا کے تمام حکما و فلاسفہ اور اعاظم رجال ناقص اور یک رخے ہیں۔ ان کی تمام تر گفتگو ظن و تخمین سے ہوتی ہے۔ وہ اپنے بتائے ہوئے معیار پر خود بھی پورے نہیں اترتے ہیں، ارسطو الہیات میں افلاک سے تارے توڑ کر لاتا ہے، لیکن وہ بیویوں کا شوہر ہونے کے باوجود عورت کے منہ میں ۲۸ دانت بتاتا ہے۔ جس پر آج کا ایک بچہ بھی ہنسے۔ روسو جدید تعلیم کا معمار اعظم کہلاتا ہے، اس نے اپنی اولاد کو لاوارث بتا کر یتیم خانہ میں داخل کرا دیا تھا۔ تاکہ اس کے عیش میں خلل نہ واقع ہو۔ یہ گرا ہوا انسان جدید یورپ کا معلم ہے۔

افضل ترین انسان کے لئے جو معیار اور کسوٹی دنیا نے تجویز کی ہے اس پر صرف ایک ہستی ہے جو پوری اتر سکتی ہے۔ کوئی دوسری ہستی اس معیار پر پوری نہیں اتر سکتی ہے۔ وہ ذات گرامی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی کی ہے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام آقا تو چیزے دیگری

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

صحیح تناظر میں سیرت الرسول کو پیش کیجئے۔ اور پھر اس کی مقناطیسی کشش دیکھئے۔

۞

حوالہ جات

۱۔ سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۹،

۲۔ سورۂ قلم، آیت ۴،

۳۔ سورۂ احزاب، آیت ۲۱،

۴۔ سورۂ انبیا، آیت ۱۰۷،

۵۔ خطبۂ حجۃ الوداع، سیرت ابن ہشام، بیروت، ج ۴، سیرت ابن کثیر، بیروت ج ۴،

ماہنامہ **مسیحائی**

کا

خلفائے راشدین نمبر، زیر ادارت

مخدوم زادہ احمد خیر الدین انصاری

عنقریب آب و تاب سے شائع ہو رہا ہے

رابطہ کیجئے :فون نمبر ۷۲۳۴۸۹۹۔ ۰۳۰۳